

رسائل و مسائل

فہم قرآن میں ایک اشکال

- سوال : اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں قیامِ صلوٰۃ اور صیامِ رمضان کا حکم تو یا ایہا الذین امنوا کہہ کر دیا گیا ہے جب کہ حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کے موقع پر ایسا نہیں۔ بالخصوص حج کے بارے میں تو جہاں بھی تذکرہ ہے وہاں لوگوں (ناس) کے حوالے سے ہے مثلاً: ۱- وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَحَابَّةً لِّلنَّاسِ (البقرہ ۲: ۱۲۵) ۲- وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (الحج ۲۲: ۲۷) ۳- إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِّلنَّاسِ لِلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا (ال عمران ۳: ۹۷) ۴- وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (ال عمران ۳: ۹۷) ۵- يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْآهْلِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِفُكُمُ لِّلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۖ (البقرہ ۲: ۱۸۹) ۶- وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا (البقرہ ۲: ۱۲۶)
- بالفاظ دیگر مکہ میں رزق ایمان نہ لانے والوں کو بھی طے گا جو مکہ میں موجود ہوں گے۔
- ۷- ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (البقرہ ۲: ۱۹۹) ۸- جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ ۵: ۹۷) ۹- وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ (التوبہ ۹: ۳)

ان تمام آیات سے محسوس ایسا ہوتا ہے کہ حج پر آنے سے کسی غیر مسلم بالخصوص حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو نبی ماننے والوں یا اہل کتاب کو منع نہیں کیا گیا ورنہ وہ کون لوگ ہیں جن کو دنیاوی رزق ملتا رہے گا اور آخرت میں کچھ نہ ملے گا یا جو صرف دنیا

طلب کرتے ہیں اور آخرت میں خسارے میں ہوں گے۔

اہل کتاب سے تعلق رکھنے والیوں سے نکاح کی اجازت ہے تو کیا مکہ میں قیام پذیر مسلم اپنی بیوی کو ساتھ نہ رکھ سکے گا؟ جہاں تک غیر مسلموں کو حد و حرم میں آنے سے منع کرنے کا تعلق ہے تو وہ بھی سورہ توبہ کی آیت ۲۸ میں صرف مشرکوں کے لیے ہے اور صرف مسجد حرام کے پاس آنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ پورے شہر مکہ یا مدینہ سے اور اہل کتاب کو تو منع ہی نہیں کیا گیا۔ کیا حج کی ادائیگی یا حج کی ادائیگی کے مناظر غیر مسلم کو مسلمان بننے پر راغب نہیں کریں گے؟

اسی طرح زکوٰۃ کا معاملہ ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت سورہ توبہ کی آیت ۶۰ سے ثابت ہوتی ہے اور اس میں نہ زکوٰۃ دینے کے لیے مومنوں سے خطاب ہے اور نہ فقرا، مساکین، عالمین، تالیف قلب کے قابل لوگ، غلام، قرض دار اور مسافر کا مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ سے اگر اسلامی ریاست کے تمام باشندے فائدہ حاصل کریں گے تو وصول بھی سب سے کی جاسکتی ہے۔ نیز زکوٰۃ کو اسلامی نظام معیشت میں دولت کی تقسیم کا ایک اہم عامل قرار دیا جاتا ہے۔ کیا غیر مسلم کو اسلامی ریاست میں بے حساب اور بلا تحدید دولت جمع کرنے کی اجازت ہونی چاہیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا حاکم ہے، تمام انسان چاہے مسلم ہوں یا کافر اسلامی احکام کے مخاطب ہیں۔ کفار حکومت الہیہ کے باغی ہیں۔ جہاں تمام انسانوں کو کسی عبادت کا حکم ہے مثلاً حج اور حجاج کرام سے متعلق آیات جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے تو ان کے یہ معنی نہیں ہے کہ انھیں صرف حج کا حکم ہے، بلکہ انھیں پہلا حکم ایمان کا ہے اور دوسرا حکم حج کا ہے، یعنی حج کرو اور اس کے لیے میرے پہلے حکم امنوا (ایمان لے آؤ) پر بھی عمل کرو۔

حج پر آنے سے کفار و مشرکین کو سورہ توبہ آیت ۲۸ میں منع کیا گیا ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مسجد حرام سے مراد صرف مسجد حرام اور بیت اللہ شریف نہیں بلکہ پورا حرم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ہجری میں جب ابو بکر صدیقؓ حج کے امیر تھے حضرت علیؓ کو اس اعلان کے ساتھ بھیجا تھا: لَا يَحُجُّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ”مشرک اس

سال کے بعد حج نہیں کریں گے۔ اور اس کے علاوہ دیگر اصلاحات کا اعلان بھی کیا تھا۔
 زکوٰۃ عبادت ہے۔ کفار سے اس کا خطاب ہے لیکن ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے اور ان سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔ ان سے مختلف قسم کے منصفانہ ٹیکس وصول کیے جاتے ہیں اور ان کے عوض ان کی جان و مال کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

مکہ میں کفار کی رہائش کا جواز جو آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے نکالا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کے دور کی بات ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی دور میں بھی یہ حکم باقی تھا یہ حکم فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں ختم ہو گیا ہے۔ سورہ بقرہ میں مسلمان حاجیوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ کافروں کے لیے تو کفر کے سبب آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ مسلمان حاجی اگر محض دنیا طلبی کے لیے حج کریں گے تو ان کو ان کے حج کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ قرآن پاک میں خطاب کا اختلاف دراصل مختلف پہلوؤں کو ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ کسی جگہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اور دین تمام انسانوں کے لیے ہے۔ ان پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کو مانیں اور ان پر عمل کریں۔ تمام احکام کے دنیا اور آخرت میں معتبر ہونے کی شرط ایمان ہے۔ اس لیے خطاب کا اصل فائدہ اہل ایمان کو ہے۔ اس لیے اس پہلو کو مد نظر رکھنے کی خاطر اہل ایمان کو خطاب کیا جاتا ہے۔

دنیا میں شریعت کے ایسے احکام جن پر عمل کرنے کا کفار کو فائدہ ہو اور وہ دنیا میں معتبر اور آخرت میں مؤثر ہوں، اسلام کا نظام معاملات اور عقوبات اور رفاہی کام ہیں۔ کفار کے معاملات اگر شریعت کے مطابق ہوں تو ان کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ شرعاً معتبر ہیں۔ آخرت میں انہیں ان پر ایمان کے بغیر عمل کرنے کی صورت میں نجات تو نہ ہوگی لیکن عذاب میں تخفیف ہوگی۔ ظالم کافر کو زیادہ عذاب ہوگا اور اعتدال پسند اور خوش اخلاق مسلمانوں کے ساتھ اچھے رویے سے پیش آنے والے ان کی خدمت کرنے والے اور رفاہی کاموں میں حصہ لینے والوں کو تھوڑا عذاب ہوگا۔ لیکن ان کی عبادات، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نوافل، تلاوت قرآن پاک، ذکر و اذکار کا کوئی اعتبار نہیں اور ان کا انہیں ثواب بھی نہیں ملتا۔ اس لیے کہ عبادات کے لیے ایمان شرط ہے، اور عبادت کا خطاب تمام انسانوں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ (البقرہ ۲۱:۲) اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ عبادت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور تمام احکام شامل ہیں۔ اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ ایمان لاؤ اور عبادت کرو۔ ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ کا کسی عبادت کا حکم دینا سمجھ میں بھی نہیں آتا۔ باغیوں کو احکام نہیں دیے جاتے ہیں ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ بغاوت کو ترک کرو، مطیع بن جاؤ اور پھر تمام احکام بجالاؤ۔

اسلام میں تعامل کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ سورہ توبہ کے بعد سے اب تک کفار کا داخلہ حرم میں بند ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اگر کسی شخص کو کتابیہ سے شادی کرنا ہے تو اسے اس کی شرائط کی پابندی کرنا ہوگی جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسے حرم مکہ اور مدینہ میں نہیں رکھ سکتا۔ اسی لیے وہ دو کاموں میں سے ایک کر سکتا ہے: ۱- حرمین شریفین کی سکونت ترک کر دے ۲- یا کتابیہ سے شادی نہ کرے بلکہ کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو تو جزیرۃ العرب کی شہریت نہیں مل سکتی، انھیں عارضی طور پر حرمین شریف کے مخصوص علاقے حرم مکہ و مدینہ کے علاوہ ضرورت اور حاجت کی صورت میں آنے کی اجازت تو ہے لیکن مستقل رہائش اور شہریت حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفا میں ارشاد فرمایا: أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ”مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکالو“ (بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب اهل الذمۃ، حدیث رقم ۳۰۵۳)۔ نیز یہ بھی فرمایا: لَا تُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدْعُ إِلَّا مُسْلِمًا ”میں یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالوں گا یہاں تک کہ اس میں نہیں چھوڑوں گا مگر مسلمان کو“۔ (مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب اخراج اليهود والنصارى من جزيرة العرب، حدیث رقم ۱۷۶۷)

موجودہ دور میں سعودی عرب کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت مفتیان کرام جناب شیخ عبدالعزیز بن باز اور شیخ عثیمین کے اس موضوع پر مفصل اور مدلل فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ ارکان الاسلام، فتاویٰ العقیدہ، ص ۱۸۷، شیخ عثیمین، سوال نمبر ۹۸)۔

(مولانا عبدالملک)